**ڈاکٹر رابعہ شاہ**
ایبٹ آباد
**ڈاکٹر عابد علی**
اسسٹنٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی
**ڈاکٹر یوسف میر**
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو آزاد جموں وکشمیر مظفر آباد۔

# ہندکو لوک گیتوں میں ہزارہ کی تہذیب وثقافت اور قدرتی مناظر کی عکاسی

**Dr. Rabia Shah**
Abbotabad.
**Dr. Abid Ali**
Assistant Professor Hazara University.
**Dr. Yousaf Meer**
Assistant Professor, Department of Urdu, Azad Jammu & Kashmir, Muzafarabad.

## Reflection of Hazara Culture and Natural landscapes in Hindko Folk Songs

Hindko is one of the oldest languages of the subcontinent. There is a wealth of folk literature in Hindko which consists of folk stories and folk songs.Mahiya is a Hindko folk song. Mahiya has a special cultural and cultural significance in the Hindko language.These folk songs are of special importance In the Hindko language.They are a great source of familiarity With the culture of Hazara.They are the reflection of the rural Life. They are the mirror of their era.These folk songs in which the picture of the life of a person living in Hazara villages has been beautifully presented.These folk songs are a great source of acquaintance with the old civilization and culture of Hazara.

**Key Words**: *Hindko, Language, Subcontinent, Literature, Folk Stories.*

لوک ادب زمانہ ء قبلِ تحریر کی پیداوار ہے۔یہ لوک ادب لوک کہانیوں اور لوک گیتوں کی شکل میں ملتا ہے لوک گیتوں کا آغاز بھی لوک ادب کی دوسری اصناف کے ساتھ ہوا ہے۔یہ لوک گیت گاؤں میں بسنے والے

لوگوں کی سادہ زندگی میں تفریح طبع کا سامان ہوتے تھے۔ شادی بیاہ کا موقع ہو یا خوشی کا کوئی اور موقع عورتیں ٹولیوں کی صورت میں بیٹھ کر ایک ہی لے میں یہ گیت گاتی تھیں۔ یہ گیت شادی میں جتنی بھی رسمیں ادا کی جاتی تھیں ہر رسم کے ساتھ گائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تفریح طبع کے لیے سجائی گئی محفلوں میں بھی یہ گیت گائے جاتے تھے ۔ میلوں ٹھیلوں اور عرس کے موقع پر قوال بھی یہ گیت گاتے تھے۔ لوک گیت اجتماعی ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔ شکیلہ اختر لوک گیتوں کی تعریف کچھ ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

> "انگریزی میں لوک گیت کے لیے فوک سونگس کی اصطلاح مستعمل ہے کلیم الدین احمد نے فوک سونگس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے "عوامی گیت، روایتی گیت اور آہنگ جو عام لوگوں میں مروج ہوتے ہیں اور جن کے مصنفین کا نام عموماً نہیں ملتا۔" (فرہنگ ادبی اصطلاحات، ص۸۹)
> اس تعریف میں تین الفاظ کلیدی ہیں۔ عوامی، روایتی اور نامعلوم مصنفین۔ عوامی سے مراد یہاں، پڑھے لکھے نہیں، بلکہ جمہور یا جنتا ہے جن سے علم کی واقفیت کی شرط نہیں۔ دوسرا لفظ روایتی ہے یعنی ان گیتوں کے پیچھے ایک زمانہ ہوتا ہے یا اک طویل مدت اور ان کی روائت ہوتی ہے، تیسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان گیتوں کے بنانے والوں کے نام و نشان کا کوئی اُور چھُور نہیں ملتا۔"[۱]

لوک گیت روایتی ہوتے ہیں۔ ان گیتوں میں ہمارے معاشرے کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ لوک گیت گاؤں میں بسنے والے لوگوں کی روایات، رسم ورواج، زندگی گزارنے کے طور طریقے وہاں پے رہنے والے لوگوں کے خوشی و غم کے جذبات کو پیش کرتے ہیں۔ ان گیتوں کا تعلق جس عہد سے ہو تا اس عہد کے انسانوں کی سماجی، تہذیبی زندگی اس دور کے سیاسی حالات کا عکس ان میں نظر آتا ہے۔ یہ گیت تحریری صورت میں موجود نہیں ہوتے نہ ہی کسی فرد واحد سے ان کو منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یہ زبانوں سے زبانوں اور سینوں سے سینوں تک منتقل ہوتے رہے ہیں۔ ش۔ اختر لوک گیت کے بارے میں کہتے ہیں یہ ایک ایسا تخلیقی کرشمہ ہے کہ جس میں سماج کا ہر بندہ شریک ہوتا ہے اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

> "لوک گیت قدیم یا جدید نہیں ہوتا۔ یہ اس درخت کی مانند ہوتا ہے جس کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوتی ہیں اور ہمیشہ نئی شاخیں، نئے پھل پھول دیتا ہے۔ یہ قدیم انسانوں

کی سماجی، تہذیبی زندگی کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ تاریخی طور پر یہ بات اب ثابت ہو چکی ہے کہ جو قبیلہ علم و فن سے جتنا دور رہتا ہے اس کا لوک ادب اتنا ہی بھرپور اور جاندار ہوتا ہے۔ یہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہے بلکہ اس میں برابر اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ لوک گیت ایک ایسا تخلیقی کرشمہ ہے جس میں سماج کا ہر آدمی شریک ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ لوک گیت ہر شخص جانتا ہے اور کہتا ہے اور اسے گاتا ہے۔ یہ کہنا بھی درست نہیں کہ لوک گیت یا لوک ادب آرٹ سے بالکل ہی خالی ہوتا ہے اس کی تخلیق میں کئی نسلوں کا خونِ جگر، پوری قوم برادری اور قبیلوں کی خوشیوں اور غموں کو اپنی بنائی ہوئی موسیقی کے ساتھ مدغم کر کے ہم تک پہنچایا۔"(۲)

ہر زبان کا لوک ادب بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کسی بھی زبان کی پوری تاریخ لوک ادب میں موجود ہوتی ہے۔ ش۔ اختر کسی بھی زبان کے لوک ادب کو اس زبان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"Folk Literature is the mother of all literature(۳)" جس زبان کا لوک ادب نہیں ہوتا تو وہ زبان زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ "

لوک ادب ہمارا بنیادی یعنی عوامی تہذیبی ورثہ ہے۔ پاکستان میں جتنی بھی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں لوک ادب کا ایک بڑا خزانہ موجود ہے جو لوک گیتوں اور کہانیوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی زبانوں میں ایک ہندکو زبان بھی ہے جس کا شمار برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے۔ ہندکو زبان میں لکھنے کا آغاز کب ہوا۔ اس کے بارے میں ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن ہندکو زبان میں بھی لوک گیت اور لوک کہانیاں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ماہیا ہزارہ کے دیہی علاقوں میں گایا جانے والا ایک لوک گیت ہے جو کے ہزارہ کے دیہاتوں میں بہت مقبول ہے۔ ماہیے کی سب سے بڑی خوبی اس کی نغمگی ہے۔ ماہیا علاقائی زبانوں اور خاص کر کے ہندکو اور پنجابی زبان میں ایک خاص تہذیبی اور ثقافتی اہمیت رکھتا ہے۔ عارف فرہاد اپنی کتاب اردو ماہیے کے خدوخال میں ماہیا کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لفظ ماہیا "ماہی" سے نکلا ہے۔ فارسی زبان میں "ماہی" مچھلی کے معنی دیتا ہے۔ جبکہ پنجابی زبان میں ماہی کا لفظ محبوب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی محبوب کے لیے کہا گیا

گیت "ماہیا" کہلاتا ہے۔ اب یہ کہنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اس گیت میں محبوب کے حسن و جمال کی تعریف کرتا ہے، اس کے ہجر و وصال کے قصے لکھتا ہے یا اس کے حوالے سے اپنے جذبات و احساسات بیان کرتا ہے۔"[۴]

جب ماہیا لکھنے کا آغاز ہوا تو پہلے پہل محبوب کے ہجر و وصال، حسن و جمال، جدائی اور انتظار کے کرب کی کیفیات کو موضوع بنایا جاتا رہا پھر آہستہ آہستہ ماہیا کے موضوعات میں وسعت آتی گئی۔ دعا، حمد، نعت، معاشی و معاشرتی مسائل، سیاسی حالات، شادی بیاہ، رشتہ داریوں کے موضوعات پر بھی ماہیے لکھے جانے لگے۔ ماہیا کا تعلق ہمارے دیہات سے ہے تو یہ گاؤں میں بسنے والے لوگوں کے دلی جذبات کو تو بیان کرتا ہی ہے لیکن ساتھ ساتھ دیہی زندگی کی تصویر بھی پیش کرتا ہے۔ ماہیا کے دو مصرعے ہوتے ہیں ناقدین کہتے ہیں کہ اس کے پہلے مصرعے کا کوئی فکری مقصد نہیں ہوتا بلکہ قافیہ پورا کرنے کے لیے لکھا جاتا ہے۔ راقم کے خیال میں یہ مصرعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ پہلا مصرعہ اپنے علاقے کی تہذیب، ثقافت، قدرتی ماحول، لوگوں کے زندگی گزارنے کے طور طریقوں اور رسم و رواج کے بارے میں معلومات باہم فراہم کرتا ہے۔ اس میں ہزارہ کی تہذیب و ثقافت، یہاں کے خوبصورت مناظر کی تصاویر کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ قدیم ہزارہ کی آبادی کا بڑا حصہ زراعت کے پیشے سے منسلک تھا اور ساتھ یہ لوگ مال مویشی بھی پالتے تھے۔ مکئی، گندم اور چاول یہاں کی بڑی فصلیں تھیں۔ اس دور میں مشینیں نہیں تھیں سارے کام ہاتھوں سے ہی کئے جاتے تھے۔ کسان سخت محنت کرتے تھے۔ ہندکو زبان میں بہت سے ایسے ماہیے موجود ہیں جو ایک طرف ان لوگوں کی بڑی آبادی کے زراعت کے پیشے سے منسلک ہونے کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے دوسرا یہ ماہیے دیہی زندگی کے عکاس ہیں۔ مثلاً:

رشاں دی آں کے خوشیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گڈا سٹیا تے چائی کھاری
ہری پورے دی ایہہ وے کنڑکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کدے وی نہ گل کرساں پاویں سونے دی آبنڑکے
کنڑکاں دی وے گائی ہوسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اج تک نیں سنڑیاں کسے توڑ نبھائی ہوسی
کوئی گائیاں وے چر آئیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدتاں گزر گئیں آں ماہی چھٹیاں وے نیں پائی آں
کوئی کترا گائیں جو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جے دکھ ناں بنڑسیں تے، فر ماہیا تو کس جو گا
پکھلی پکیاں کنڑکاں ٹاکے پکی آبیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بابل سٹی آں دور ماںڑ پراواں نال
کوٹھے اتے راہ ہوسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔داند اسی کہن آئے آں کل کنڑاں دی گائی ہوسی

جبھاں دی آں تائیاں نیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تساں جی نیں کیتی اساں توڑ نبھائیاں نیں

ان ماہیوں میں ایک طرف میدانِ رش، میدان ہری پور اور میدانِ پکھل کا ذکر آیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں زرعی علاقے ہیں۔ اس کے علاوہ ان ماہیوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کے پہلے مصرعے میں گڈا سٹڑاں (گھاس کا گڈا پھینکنے) کھاری چانڑاں (ٹوکری اٹھانا مثلاً یہ درخت کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی ٹوکریاں ہوتی ہیں جن کو کسان مختلف کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے۔) ہری پورے دی کنڑک (ہری پور کی گندم) کنڑکاں دی گائی (گندم کو تریشر کرنے کا پرانا طریقہ جس میں گندم کو نیچے پھینک کر اس پر بیل چلائے جاتے تھے جس کی مدد سے گندم سے بوسے کو الگ کیا جاتا تھا) گائیاں دا کترا (مال مویشیوں کے لیے چارے کو ساگ کی طرح کاٹا جاتا تھا)۔ جبھاں دی تائیں (جبھاں کے چاول جس چاول سے ابھی بھوسہ الگ نہیں کیا ہوتا تو اس کو تائیں کہتے ہیں) جندراں دا آٹا (جندر پانی کے پریشر سے چلنے والی چکی ہوتی تھی جس پر آٹا پیسا جاتا تھا یہ نہروں اور دریاؤں وغیرہ پر بنائے جاتے ہیں)۔ماہیوں میں جن چیزوں کا ذکر ملتا ہے یہ دیہی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں دوسرا بیل کے ساتھ گندم تریشر کرنا، جندر پے آٹا پیسنا وغیرہ ہماری پرانی تہذیب کی یادگاریں ہیں جندر تو شاید آج بھی دیہاتوں میں نظر آجائیں لیکن گندم تریشر کرنے کا یہ پرانا طریقہ تریشر مشین آنے کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ ماہیا لکھنے والوں نے جس طرح گاؤں میں بسنے والے لوگوں کی زندگی کی تصویر پیش کی ہے۔ بالکل اس طرح یہ یہاں کے گاؤں کے قدرتی ماحول یہاں پر پائے جانے والے پرندوں وغیرہ کا ذکر بھی بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ ان میں زیادہ تر ماہیوں کا تعلق ایبٹ آباد اور مانسہرہ سے ہے تو اس لیے ان میں تقریباً وہ پرندے ہیں جو ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر کچھ ماہیے ملاحظہ کریں مثلاً:

پانڑی بنی پچ ہل پیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکھیاں دی کے مستی قصور کملے وے دل کیتا
لکھی بنے اتے بہہ گئی آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاڈا مجبور کیتا ایہی گل منڑی پے گئی آ
کوئی کونج پہاڑ دی ایہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نظر وے نیں آنی ایں تصویرے یار دی ایہ
کوئی کبوتر ڈبے وے ڈبے۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیسی نت ملدے پردیسی کدے وے کدے
بدلاں بچوں کانں لنگ دے۔۔۔۔پینون جدائیاں چناں پتے سجڑاں دے تاں لگدے
طوطا بنی اتے سر توندا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چھکڑاماہیے داملتانوں ام ٹوندا
اچی پہاڑی تلے مرغابیاں لائی بازی۔۔۔۔۔وطن چھڑائی بچے دکھیاں دے نیں راضی

کندھاں اتوں ہٹ میرا ماہی میں کونج اڈائی آں۔۔۔ ویراں دی آں خوشیاں اتے میں نت نت آئی آں

میرے بیڑے نچ شارک آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شادی والے آں ست بیاں مبارخ آ

کالی کات بنیرے تے آپ نیں آندے او۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گلہ کردے او میرے تے

میری بلی اتے بگلا بول گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لت مار کے کلہ ڈھول گیا

ان تمام ماہیوں میں ہل(چیل) کے ندی سے پانی پینے، گھگی(قمری) کے کھیتوں میں چلنے پھرنے کونج، کبوتر، کانں(کوا)، طوطے کے ندی میں سر دھونے، مرغابی، بلبل کے گلاب کی ٹہنی پے بیٹھنے اور اڑنے، بگلوں کے بولنے، شارک (مینا) کے گھر کے صحن میں پھرنے، کالی کات (ابابیل) کے گھر کے منڈیروں پے بیٹھنے کا ذکر ملتا ہے۔ جو گاؤں کے قدرتی مناظر کی دلکشی اور خوبصورتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہزارہ میں پایا جانے والا شاید ہی کوئی پرندہ ہو جس کا ذکر ان ماہیوں میں نہ ملے۔ جس طرح ماہیوں میں پرندوں کا ذکر ملتا ہے بالکل اس طرح ان ماہیا لکھنے والوں نے ان علاقوں میں پائے جانے والے درختوں کا تذکرہ بھی بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ جس تیز رفتاری سے وسیع شہروں میں بدلتے جارہے ہیں تو اس تیز رفتاری سے درخت بھی کٹتے جارہے ہیں۔ بہت سے ایسے درخت ہیں جو اب ہری پور، مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے دور دراز دیہاتوں میں تو شاید موجود ہوں لیکن شہروں میں یہ نایاب ہو گئے ہیں۔ کچھ ماہیے ملاحظہ کریں:

کوئی شکاوے دندا سے دا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اج کوئی بندہ ملے سجڑاں دے پاسے دا

پانڑی لانواں شفیدے آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس ویلے یاد آنویں چھری لانواں کلیجے آں

کوئی بوٹا داکھاں دا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پل کے آرہی آں اے محلہ چالاکاں دا

پچھی پری وے بٹنگیاں دی۔۔۔۔۔ اج روٹی میں کرساں ویرے دے آں سنگیاں دی

شرولیاں دے کپ ڈمڑیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹٹ گئی یاری چناہونڑ ٹوٹے کے گنڈڑیں

چیڑاں دی وے چوٹی آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اچے لمے قد والی میرے ویر دی بوٹی آ

کوئی مٹھیاں دا باغ ہوسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تیری جدائی والا ساڈے کفن اتے داغ ہوسی

کوئی سنجلی پہاڑ پکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کماں کولوں غم ڈاڈے جنھاں جندڑی ساڑ سٹی

بیڑے لگی چنار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پینڑاں سٹنڑ پھلاں دے ہار

باغ نچ ہاڑی ایہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کسے اتے نیں وے گلا ساڈی قسمت ماڑی ایہہ

چوانی دے کھوڑ آنڑاں۔۔۔۔۔۔۔اج دل بہوں خفے جلاں ماہیے آں موڑ آنڑاں

دوپتر اناراں دے۔۔۔۔۔۔۔۔سڈادکھ سنڑ سنڑ کے روندے پتھر پہاڑاں دے [۵]

بٹنگیاں (پہاڑی علاقوں میں پایا جانے والا پھل جو گول بیر کے سائز کا ہوتا ہے جو پکنے پے کالے رنگ کا ہو جاتا ہے اور ذائقہ میٹھا ہوتا ہے) سنجلیاں (عناب) شرول (درخت کی ایک قسم ہے۔)، چنار، چیڑ، اخروٹ، خوبانی، داکھاں (انگور) شفیدے (سفیدہ) دنداسا (اخروٹ کے درخت کی چھال جو گاؤں والے دانت صاف کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں) یہ وہ درخت ہیں جو ہمارے ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ سرسبز درختوں ،لہلہاتے کھیت، سرسوں کے کھیتوں میں ساگ چنتی عورتیں یہ ہمارے گاؤں کے خوبصورت نظارے ہیں۔ جن کا ذکر ماہیا گانے والوں نے اپنے ماہیوں میں کیا ہے۔ مثلاً:

چنڑ سریاں دا ساگ پتری پر گئی آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تیاں پر ایامال ڈولی ٹر گئی آ

ہمارے ہزارہ کے شمالی علاقہ جات بہت سرد ہوتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں پہاڑ برف سے ڈھک جاتے ہیں۔ مال مویشیوں کے کھانے کے لیے چارہ بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے ان علاقوں کے لوگ جب پہاڑوں پر گھاس خشک ہو جاتی ہے تو گھاس کاٹتے ہیں۔ پہاڑوں سے گھاس کاٹنے پر جشن کا سماہوتا ہے ڈھول کی تھاپ پر گھاس کاٹی جاتی ہے ہندکو زبان میں اس کو "حشر" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مکئی کی فصل جب کاٹی جاتی ہے تو چھلیوں کو چھیل کے مکئی کے پودے سے الگ کر دیا جاتا ہے اور ان کو ہندکو زبان میں "کڑب" بولتے ہیں۔ ان کو ایک جگہ قرینہ سے رکھ دیا جاتا ہے۔ جس کو "گھاڑا" بولا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گندم سے جو بوسا حاصل کیا جاتا ہے اس کو گھول دائرے میں چارپائیاں رکھ کے اس میں بوسا ڈالتے جاتے تھے جب وہ انسان کے قد جتنا اونچا ہو جاتا تو اس پر لکڑیاں اور گھاس وغیرہ ڈال کے اس کے اوپر مٹی ڈال دیتی تھے اس کو اس طرح بنایا جاتا ہے کہ بوسا بارش کی وجہ سے خراب نہ ہو۔ اس کو ہندکو زبان میں "پہونڑی" بولا جاتا ہے۔ گھاس کاٹنے اور "پہونڑی" وغیرہ کا ذکر ماہیوں میں کیا گیا ہے مثلاً:

کہا کیپنی آں راہ کر کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماہیا چلا گیا سڈا اچگا تباہ کر کے

میں کھلتی آں پہوہنڑی کول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تومڑ جل نیں ہونڑ تیری لوڑ

جیسے ہر علاقے کے ادب میں اس علاقے کا عکس دکھائی دیتا ہے بالکل اس طرح ہر عہد کا ادب اپنے عہد کا عکاس ہوتا ہے۔ اس طرح جب ہم لوک ماہیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں ہمیں اس دور کی بہت سی چیزوں کے

بارے میں پتہ چلتا ہے وہاں ہی ان لوک ماہیے میں پرانے زمانے میں لوگوں کے گھر کس طرز کے بنے ہوتے تھے۔جدید کنڈیوں اور تالوں کے وجود میں آنے سے پہلے لوگ اپنے گھروں کو کس طرح کے تالے لگاتے تھے ۔جدید دور کی الماریاں جب لوگوں کے گھروں میں نہیں ہوتی تھیں تو وہ اپنے برتن کہاں رکھتے تھے۔ آٹے کو، اپنے غلے کو کیسے محفوظ رکھتے تھے۔ گندم اور مکئی کی دانوں کو جندر سے کیسے پسوا کے لاتے تھے ہر گھر میں موجود پتھر کی چکی پے عورتیں گھر پر کیسے آٹا پیستی تھیں۔جب لائٹ نہیں آئی تھی تو لوگ روشنی کے لیے لالٹین، جلاتے تھے۔اپنے کچے گھروں کی دیکھ بھال کیسے کرتے تھے۔ لس ( گاچی ) مٹی سے اپنی دیواروں کو کیسے پینٹ کرتے تھے۔اس دور میں گائے جانے والے ان ماہیوں میں پرانی تہذیب کے یہ دلکش نظارے ماضی کی ایک خوبصورت یاد کی صورت میں موجود ہیں۔ یہ کچھ ماہیے ملاحظہ کریں:

کچے کچے کوٹھے ٹاکے نال گراں ماہیا۔۔۔ اج دل بہوں وے خفا اسی رونے آں تاں ماہیا
مٹی بلیاں اتوں کردی آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صورت سجڑاں دی اکھیاں اگے پھر دی آ
چکی پھر دی ایہہ گول مگول۔۔۔۔۔۔۔ تیاں کولوں پتر چنگے جڑے رہندے مانواں کول
ڈیڈی آں سنگھلاں کس لائی آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو ستارہے ہیں میں کھیڈ آئی آں
بیٹھک دی باری ایہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ موتوں کولوں ڈھڈی ایہہ جیہڑی ہجر بیماری ایہہ
میری بتی دا شیشہ صاف نیں آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انھاں گلیاں دا پھر ناراس نیں آ
میری کندھاں نچ آلہ ایہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سیر صبونڑ ملیا ماہیا فروی کالا ایہہ
اگ چلے نچ دبی رہوے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کرے آں نہ جلو ویرو کہار رونڑک لگی رہوے
کچی کندھاں وے لس لانواں۔۔۔۔ دلے اتوں نیں لہندے او پانویں دنیا دے وس لانواں
کچے کوٹھے چوندے نیں۔۔۔۔۔۔ جنھاں کولوں سجنڑ جدا ہوئے بند کر روندے نیں
کوئی پانڑی جندراں دے۔۔۔۔۔ ماہیے او گاندے جیہڑے سڑے ہوئے اندراں دے
کڑے اتے سراواں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لشکر آبڑیا خیر انواں
ٹاکے نال سکدے گوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گڈی اتوں آنڑ لیتھے میرے ویر دوئے
میں چرخا کتنی آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ راہَ نچ کھل کے ماہیے دا راہ تکنی آں
بوئے آں لاؤ لڑو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اتھے نہ رہندی مانھ سدا کراچی کھڑو

کلوٹی اتے رس وے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کڑی گلاں اتوں رسیاں ایں او گل مانھ دس وے

تونڑی آں رنگ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہ نکی نکی گلاں اتوں اساں نال جنگ کرو

بلیاں(چھتوں کے کنارے)ڈیڈی(مردان خانہ جو گھر سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک دو کمرے بنائے جاتے تھے جس میں مرد مہمانوں کو بیٹھایا اور ٹھہرایا جاتا تھا)بیٹھک(مردان خانہ) سنگھل(لکڑی کا بنا ہوا لاک پرانے زمانے میں لکڑی کے دروازوں کے بند کرنے کے لیے لکڑی کی ایک کونڈی نما چیز بنی ہوتی تھی جس سے دروازے کو بند کیا جاتا تھا)بتی(لالٹین) آلہ(گھر کی کچی دیواروں میں چیزیں وغیرہ رکھنے کے لیے خانے بنائے جاتے تھے)لس لانواں(جب گھر کچے ہوتے تھے تو گاچی مٹی کو گھول کے دیواروں کو پینٹ کیا جاتا تھا)کوٹھے چوندے(کچے گھروں کی چھتیں بارش کے موسم میں بعض دفعہ ٹپکنے بھی لگتی تھیں)کہڑے اتے سراواں(مٹی کے گھڑے کے اوپر مٹی کا پیالہ پانی پینے کے لیے رکھا ہوتا تھا) سکدے گوئے (گاؤں کے لوگ گوبر کی ٹکیاں بنا کر انھیں سکھا دیتے ہیں جو جلانے کے کام آتے ہیں)۔ جندر(پانی سے چلنے والی پن چکی)کلوٹی(آٹا رکھنے کا مٹی کا بنا ہوا کنستر، پہلے زمانے میں مٹی کی مدد سے ایک بڑی سی بند الماری بنائی جاتی تھی جس کو دو خانوں میں تقسیم کیا ہوتا تھا۔ ایک میں مکئی اور دوسرے میں گندم کا آٹا ڈالتے تھے اس الماری کے اوپر آٹا ڈالنے کے لیے چھوٹے چھوٹے سوراخ چھوڑے ہوتے تھے اور مٹی کے ہی ڈکن بھی بنائے ہوتے تھے آٹا ڈالنے کے بعد اس ڈکن کی مدد سے بند کر دیا جاتا تھا۔ کلوٹی میں دونوں خانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے سوراخ آٹا نکالنے کے لیے بنائے جاتے تھے اور ان سوراخوں کو بھی مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈکنوں کی مدد سے بند کیا ہوتا تھا۔)تونڑی(غلہ ذخیرہ کرنے کا لکڑی کا بنا ہوا ایک بڑا کنستر، یہ کلوٹی کی طرح کی بنی ہوتی تھی لیکن یہ لکڑی سے بنائی جاتی تھی اور سائز میں بڑی ہوتی تھی)لہڑو(پرانے زمانے میں کچے گھروں میں دروازے کے پیچھے فرش میں ایک سوراخ کیا جاتا تھا اور لکڑی کے ڈنڈوں کا ایک ٹی بنا ہوتا تھا اس ٹی کے نچلے سرے کو اس کچے فرش میں بنے سوراخ میں رکھ کے اور ٹی کے اوپر والے حصے کو دروازے سے ٹیک لگا کے دروازے کو بند کیا جاتا تھا۔)چکی، چرخا، ان ماہیوں میں جتنی چیزوں کا ذکر آیا ہے ایک تو یہ دیہاتوں میں رہنے والے سادہ لوگوں کے گھروں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور ساتھ ہی لالٹین، چکی، جندر، سنگھل، آلہ، تونڑی، کلوٹی، لہڑو وغیرہ ہماری پرانی تہذیب کی یادگاریں ہیں جن میں سے کچھ مٹ چکی ہیں ہماری کنکریٹ کے گھروں میں رہنے والی نئی نسل ان سے واقف بھی نہیں ہو گی۔ ڈیڈی، بیٹھک اور حجرہ کا ذکر بھی ماہیوں میں ملتا ہے یہ یہاں کے لوگوں کی تہذیب کے اس

پہلو کو واضح کرتے ہیں کہ یہاں کے لوگ عورتوں کے پردے کا خاص انتظام کرتے تھے۔گھروں سے فاصلے پر مردوں کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی جاتی تھی۔

ہر دور میں عورتیں سنگار کے لیے زیورات کا استعمال کرتی رہی ہیں۔ آج کل کی عورت ہو یا پرانے دور کی عورت نت نئے اور دیدہ زیب ڈیزائنوں کے زیوارت پہننا عورتوں کا شوق رہا ہے۔ جیسے آج کل نت نئے ڈیزائن ملتے ہیں پرانے زمانے میں کڑی چین، نامہ، گانی وغیرہ اس دور کے فیشن کا حصہ تھے۔زیورات اور ملبوسات کا ذکر بھی اس دور کے ماہیوں میں ملتا ہے چند مثالیں یہ ہیں:

کچے کوٹھے دروں آرہی آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بتی ذرا تیز کرو کڑی چین گمار ہی آں

سنیہار یا کہڑنامہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پکھے تلے ستار ہیوے میرا چن ماما

سنیہار یا کہڑ گانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پکھے تلے ستی رہوے میری چن مامی

اچاہوائی بنگلہ بچ میماں ٹہل دی آں۔۔۔۔لٹھے دی آں سُتھڑاں اتے قمیضاں ویل دی آں

کڑی چین (ایک قسم کا کڑا) نامہ (ایک قسم کا ہار) گانی (یہ بھی ایک قسم کا ہار) یہ تمام قدیم زمانے میں پہنے جانے والے زیورات ہیں۔

ماہیے کے موضوعات میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دولہن کے ساتھ باقی سب رشتے داروں کے ساتھ دولہے کے دوستوں کے ساتھ گیت گائے جاتے تھے۔اس کے علاوہ شادی کی جتنی بھی رسمیں ہوتی تھیں ان سب کے ساتھ بھی ماہیے گائے جاتے تھے۔دولہے کو مہندی لگانے، گانا باندھنے بارات جب رخصت ہوتی تو اس موقع پر بھی بہت سے ماہیے گائے جاتے تھے۔بارات کے موقع پر ہی گائے جانے والے ایک لوک گیت کا شعر ملاحظہ کریں جو پرانے زمانے میں بارات کے جانے کی تصویر پیش کرتا ہے۔مثلاً:

چٹیاں پگاں رتے نشان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صدقے جلدیاں توں

پرانے زمانے میں جب بارات جاتی تھی۔اس میں خاندان کے محلے کے بڑے بزرگ جاتے تھے۔جس میں زیادہ تر لوگ سفید پگڑی پہنتے تھے۔کندھے پر چادر رکھنا اور پگڑی پہننا ہمارے ہزارہ کی ثقافت کا حصہ رہا ہے۔پہلے زمانے میں جب بارات جاتی تھی تو ایک بڑا جرگہ جاتا تھا۔لوگ پیدل جا رہے ہوتے تھے تو جرگے میں سب سے آگے دو تین نوجوان سرخ نشان (جھنڈا) ہاتھ میں اٹھا کے چلتے تھے۔جس کی وجہ سے دور سے دیکھنے والے سمجھ جاتے تھے کہ یہ شادی کا جلوس جارہا ہے۔

لالاٹا کے منڈ بکریاں۔۔۔اگے جنج تے پچھے لختیاں (مرد جو عورتوں کا لباس زیب تن کر کے ناچتے تھے)

اب کچھ لوگ ایسے تھے جو جنج (بارات) ڈھول بجاتے اور ناچتے ہوئے لے کر جاتے تھے۔ بارات کے ساتھ ڈول کی تھاپ پر ناچتی ہوئی لختیاں بھی لے کر جاتے تھے۔ لختیاں بارات کے ساتھ لے جانے کو زیادہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔

کچے ٹماٹر نچ تھومے دی آں پنج تریاں۔۔۔۔ آپنڑیں ویرے دی کڑی پہر کے میں مڑی آں

ہزارہ کے کچھ دیہاتوں میں یہ رسم ہے کہ دولہے کی بہنیں بارات جانے کے بعد مٹی کا گھڑا جو کے شیشوں اور ستاروں سے سجایا ہوتا ہے اس کے اوپر ایک خوبصورت چمکیلا اور بھڑکیلے رنگ کے رومال سے ڈھانپا جاتا ہے وہ کسی کنویں یا گاؤں کے چشمے وغیرہ سے بھرنے جاتی ہیں۔ ساتھ میں بہت سی عورتیں ڈول بجاتی اور گانا گاتے ہوئے جاتی ہیں۔ جب یہ پانی کا گھڑا بہن بھر کے لے آتی ہے تو بھائیوں، والد، والدہ چچا، ماموں وغیرہ سے پیسوں کا تکازہ کرتی ہے۔ جب سب اسے پیسے دیتے ہیں تو پھر وہ اپنے سر سے پانی سے بھرا گھڑا اتارتی ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر گائے جانے والے ماہیوں میں ہر رسم کے ساتھ دلہے دلہن کے رشتے داروں کے ساتھ یہ ماہیے گائے جاتے ہیں۔

ہزارہ میں مزارات کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ان مزارات پر عرس ہوتے تھے۔ عرس کے موقع پر لوگ شریک ہونے کے لیے بہت دور دور جاتے تھے۔ ہندکو کے لوک ماہیوں میں بہت سے ایسے ماہیے ملتے ہیں جن میں عرسوں میں جانے اور شرکت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً

پھل چٹا وے چمبیلی دا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آ کشمیر جلاں میلہ لگیا وے سہیلی دا

ہندکو زبان کے یہ لوک گیت جو گاؤں میں بسنے والے لوگوں میں بہت مقبول تھے۔ یہ مقامی ماحول اور مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ لوک گیت دیہی زندگی کے ہر رنگ کو بڑی خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ ان لوک گیتوں کا تعلق جس عہد سے ہے اس عہد کے آئینہ دار ہیں۔ ہزارہ کی تہذیب وثقافت اور گاؤں کے قدرتی مناظر کے دلکش نظاروں کو بڑی خوبصورتی سے ان لوک گیتوں میں پیش کیا گیا ہے یہ ایک ایسا تخلیقی کرشمہ ہے جس میں سماج کا ہر بندہ شریک ہوتا ہے۔ یہ لوک گیت ہندکو زبان میں ایک خاص اہمیت کے حامل تو ہیں ساتھ ساتھ یہ ہزارہ کی تہذیب وثقافت سے واقفیت کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ قدیم ہزارہ میں یہاں کے لوگ کن پیشوں سے وابستہ تھے۔ گاؤں میں رہنے والے لوگ کیسی زندگی گزارتے تھے یہاں پہاڑی علاقوں میں کون سے مشہور پرندے اور درخت پائے

جاتے ہیں۔ یہ لوک گیت عوامی گیت ہیں جو ہزارہ کے دیہاتوں میں زندگی گزارنے والے عام انسان کی زندگی کی تصویر کو پیش کرتے ہیں۔ یہ لوک گیت ہزارہ کی پرانی تہذیب سے واقفیت کا ایک بڑا وسیلہ ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ شکیلہ اختر، بہار کے لوک گیت، مضمون، مشمولہ، اردو میں لوک ادب، مرتب، پروفیسر قمر رئیس، انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۸

۲۔ ش۔ اختر، بہار میں لوک گیت، مضمون، مشمولہ اردو میں لوک ادب، مرتب، پروفیسر قمر رئیس، انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۳

۳۔ ش۔ اختر، بہار میں لوک گیت، مضمون، مشمولہ اردو میں لوک ادب، ص ۱۹۴

۴۔ عارف فرہاد، اردو ماہیے کے خدوخال، غالب اکیڈیمی، دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵

۵۔ عارف فرہاد، اردو ماہیے کے خدوخال، ص ۱۶